Lesson 3: Nahl (Ayaat 41- 64): Day 10

سُوۡرَۃُ النَّحل کی تفسیر

آیات پر جانے سے پہلے آج کے سبق کا تھوڑا سا خلاصہ، پچھلے سبق میں ہم نے دو مختلف کردار دیکھے تھے. ایک وہ ہے جو اللہ تعالی کے ساتھ ساتھ خود کو اور معاشرے کو بھی پوجتا ہے۔ اور ایک وہ تھا جو صرف اللہ کا ہوتا ہے۔ آج کے سبق کے آغاز میں ہی ہم دیکھیں گے کہ جب ایمان دل میں اترتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟ جس کا متبادل نتیجہ ہجرت ہے۔ ایمان آئے اور انسان اپنی من پسند چیزیں چھوڑ کر اللہ کی پسند کی طرف نہ آئے یہ ممکن ہی نہیں۔ یہ بہت بڑا جھوٹ ہے کہ میں نے رب کو پایا ہے اور اس کی مرضی کا بننے کی کوشش نہیں کروں گی۔

اور پھر اس سبق میں ہم دیکھیں گے کہ کس طرح اللہ کے راستے پر آنے کے بعد لوگ ستاتے ہیں اور لوگ پھر ایمان پر کس طرح جم جاتے ہیں۔ اگلی چیز اس سبق میں اللہ کا ڈراوا ہے، اللہ کے عذاب کی دھمکیاں ہیں۔ کہ جب ایک انسان ٹھنڈا ہو کر بیٹھ جائے اور اس کو لگے کہ میں نے اللہ کی بات مانی ہے یا نہیں مانی، بات ایک ہی ہے تو اللہ تعالی ایسے لوگوں کو پھر کچھ ڈراوے اور عذاب کی دھمکیاں دیتا ہے۔ اور اسی طرح پھر اس سبق میں اطاعت اور دین کے بارے میں کچھ بات کریں گے۔

اس کے بعد پھر نعمتوں کا حساب اور خاص طور پر بیٹی کی نعمت، اور پھر اسکے بعد اس سبق میں ہم وہ معروف آیات بھی پڑھنے لگے ہیں کہ جب مکہ والوں کو بیٹیوں کی خبر ملتی تھی پھر وہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کرتے تھے۔ آیت 41 سے شروع کرتے ہیں اگرچہ ان آیات کے اندر حبشہ کی ہجرت اور مدینہ کی ہجرت کا ذکر ہے لیکن ان آیات کو سنتے وقت میں نے اور آپ نے خود کو دیکھنا ہے کہ کیا

حقیقت میں میرے اوپر یہ آیات فٹ ہوتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں کہ جب اللہ کا بننے کے لئے لوگ مجھے جگہ نہیں دیتے تو اس وقت پھر میرا رویہ کیا ہوتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

اور جن لوگوں نے ظلم سہنے کے بعد خدا کے لیے وطن چھوڑا ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے۔ اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔ کاش وہ (اسے) جانتے۔

پہلے دنیا کی بات کی ہے اور لام بھی تاکید کا ہے لَنُبَوِّئَنَّهُمْ میں واو پر جو شد ہے یہ بھی تاکید کی ہے اور 'ء' کے بعد جو 'ن' کے اوپر تشدید ہے وہ بھی تاکید کی ہے۔ اردو میں کہہ لیں کہ "ضرور از ضرور" کہ یہ ضرور ہوگا کہ ہم ان کو دنیا میں حسنہ دیں گے۔ لوگ ہجرت کیوں نہیں کر پاتے یا اگر وہ ہجرت کریں تو ان کے اندر اور کیا اوصاف ہونے چاہیے۔

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾ یعنی وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں۔

دیکھنے میں تو یہ صرف دو آیات ہیں، لیکن ہجرت کا پورے کا پورا فلسفہ ان آیات کے اندر ہے۔ ہجرت کیا ہوتی ہے، اللہ کے لیے ہوگی مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا اس کا دنیاوی سیکونس کیا ہوگا، لَنُبَوِّئَنَّهُمْ کیا ملے گا حسنہ، اور آخرت میں کیا ملے گا وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ اتنی بڑی خوشخبری سے لوگ آگاہ کیوں نہیں؟ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ علم کی کمی ہے۔ ہجرت کے ساتھ جو دو چیزیں لازم ہیں، دو صفات کے بغیر انسان مہاجر

نہیں بن سکتا پہلی صفت الَّذِيْنَ صَبَرُوْ من پسند ماحول، من پسند عادات چیزوں کو چھوڑ کر اللہ کی پسند کا بننا، اس کے راستے میں بہت مشکلات آتی ہیں اور اگر صبر کی کنجی ہاتھ میں نہ ہو تو انسان وہیں سے پلٹ جاتا ہے جہاں سے آتا ہے۔ دوسری چیز جو ہجرت کے ساتھ ہے وہ اندیشے ہیں۔ اپنوں کو چھوڑ دیں گے، اپنی جگہ کو چھوڑ دیں گے۔ اپنا لائف سٹائل اور اپنا فرینڈز کا سرکل چھوڑ دیں گے۔

یہ طریقہ چھوڑ دیا تو کیا ہو گا۔ پہلے ماڈرن لگتے تھے اب دیندار لگیں گے۔ تو پھر کہا دوسری صفت کیا ہے وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اس طرح کے سب اندیشوں پہ اللہ پر صبر کیا جائے۔ یہ تو ان آیات کا خلاصہ ہے حالات اور واقعات کو دیکھ لیجئے یہ ہے وہ آیات جس کی بنیاد پر یہ بات سمجھ آجاتی ہے کہ سورۃ نحل مکی دور کے اس دور کی سورۃ ہے؛ اس وقت کے لوگ تو بہت تھوڑے تھے جو حبشہ ہجرت کر چکے تھے۔ جب مکہ کے حالات بہت تنگ ہو گئے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے کچھ لوگ مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے۔ حبشہ بھی اس دور میں ایک کرسچین ملک تھا، لیکن وہاں کا بادشاہ بہت انصاف پسند تھا۔ وہ لوگوں کو ان کے نام سے نہیں بلکہ ان کے اوصاف سے پہچانتا تھا۔ تو اول پہلے کچھ لوگ ہجرت کر کے گئے تھے پھر جب وہاں ان کے ساتھ بہت اچھا معاملہ ہو گیا تو دوبارہ کچھ لوگ گئے۔ یہ دو دفعہ کی ہجرتیں ہیں حبشہ کی ہجرت میں تقریبا اسی لوگ تھے۔

اس ہجرت میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالی عنہ، اور ان کے شوہر حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ تھے۔ پھر ابو سلمہ اپنی بیوی ام سلمہؓ کے ساتھ ہجرت کر کے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت جعفر بھی ہجرت کر کے گئے۔ تو اللہ تعالی نے یہاں اس بات کی خبر دے دی کہ جو ہجرت اللہ کی خاطر ہو گی اس کا بدلہ دینا اللہ کے ذمہ ہو گا۔

جب کوئی انسان اللہ کی خاطر ہجرت کرتا ہے تو کیسے پتہ چلتا ہے کہ یہ ہجرت اللہ کی خاطر ہے یا وقت کے لئے ہے یا دوسری چیزوں کے لئے ہے۔ ہجرتیں تو ویسے بھی بہت ہوتی ہیں لیکن کچھ ہجرتیں مباح ہوتی ہیں، کچھ recommend ہیں، اور کچھ فرض ہیں۔ مثلاً کچھ لوگ رزق کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں، پڑھنے کے لیے جاتے ہیں، لڑکیاں شادی کے بعد سسرال چلی جاتی ہیں، یہ سب مباح ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ کی بیوی اپنے شوہر کے ساتھ چلی گئی۔ پھر اسی طرح لوگ بہتر طرزِ زندگی کے لئے ہجرت کرتے ہیں۔ موسم کے بدلنے پر پرندے ہجرت کر جاتے ہیں، جس طرح کچھ سمندری جانور سردیوں میں دوسری طرف چلے جاتے ہیں تو ہجرتیں تو بہت ساری ہیں لیکن یہاں شرط ہے فی اللہ، اللہ کے لئے ہجرت یہ کب ہوتی ہے؟

جب ایک بندہ اپنی پوری کوشش کے باوجود کسی جگہ پہ دین پہ قائم نہ رہ سکے اس کو یہ خوف ہوتا ہے کہ اگر میں یہاں رہا تو یا تو میرا دین ختم ہو جائے گا یا میرا دین کم ہو جائے گا۔ ایسے وقت میں جو بھی ہجرت ہوگی جتنی بڑی قربانی ہوگی اور جو بھی اس کے اندر معاملات پیش آئیں گے۔ اتنی ہی زیادہ اللہ کی مدد آئے گی۔ عام لوگوں کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ آج کے دور میں پوری دنیا ہی گلوبل ولج ہے اور میڈیا نے آج کے دور میں اِسے اور آسان کر دیا۔ اگر آپ کسی گاوں میں بھی بیٹھے ہیں تو مغربی افکار سے آپ جان نہیں چھڑا سکتے۔ لیکن اگر آپ ٹھیک ہیں تو کوئی ملک آپ کو بے حجاب یا خراب نہیں کر سکتا لیکن اس کے باوجود بھی کچھ حالات ایسے ہوتے ہیں انسان جب ایسی جگہ پر رہتا ہے جہاں اپنے آپ کو بچانا مشکل ہوتا ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ آپ یہاں سے نیچے اتریں اور باہر سڑک پر آپ کو پانی کا ایک چھوٹا سا جوہڑ نظر آئے، آپ اس سے بچنا چاہیں گی تو ہو سکتا ہے آپ کناروں سے گزر جائیں کچھ

پانی کے چھینٹے آپ پر پڑیں گے۔ لیکن اگر اس جوہڑ کی جگہ نہر ہو تو مشکل زیادہ ہو گی اور اگر باہر سمندر یہ رہا ہوں تو اور مشکل ہو گا۔ بالکل اسی طرح وہ جگہیں جہاں برائی سمندروں کے پانی کی طرح پھیلی ہو وہاں تو وہی لوگ بچیں گے جن کے اندر سچائی ہو گی۔

تو اللہ سبحانہ و تعالی نے یہاں پر جواب دے دیا کہ پھر تم اپنے آپ کو مشکل میں کیوں ڈالتے ہو اور یہ بات ہم پیچھے سورۃ النساء میں تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔ وہی لوگ جو کمپرومائز کر کے، دین کو بیچ بیچ کر اپنے فائدے پر بیٹھے رہتے ہیں ایسے لوگوں کی موت کا وقت بہت سخت ہو گا۔ اس وقت فرشتے آکر پوچھتے ہیں قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۭ فرشتے کہتے ہیں کیا خدا کا ملک فراخ نہیں تھا کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔ تو یہ بھی ایک بہت بڑا جرم ہے۔ لیکن اگر یہاں آپ دیکھیں لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ، یہ کہہ کر اللہ نے ان لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کر دی جو ہچکچا رہے تھے۔ ہجرت صرف جگہ کی نہیں ہوتی۔ ہجرت میں صرف جگہ نہیں چھوڑی جاتی بلکہ جذبات کی بھی قربانی ہوتی ہے۔ انسان کو اپنی عادات سے پیار ہو جاتا ہے۔ اگر ایک خاندان کا لائف سٹائل بن چکا ہے اور دوستوں کا بھی سرکل وہی ہے تو انسان کو بہت آسان لگتا ہے۔ اب بعض دفعہ انسان کو رسک لینا بہت مشکل لگتا ہے۔ ایسے لوگ پھر رسک لینے کی بجائے بیٹھے رہتے ہیں۔ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کہ ہم سب ایک کمرے میں ہوں، کسی وجہ سے یہاں بجلی چلی جائے اور ہم لائٹ کھولنے کی بجائے بلائنڈز کھول لیں۔ ہم تھوڑی دیر انتظار کریں گے اور پھر کوئی کہے کہ آپ یہاں تھوڑی دور ایک اور ہال ہے، دو تین سڑکیں چھوڑ کر وہاں لائٹ بھی ہے سب کچھ ہے وہاں بیٹھتے ہیں۔ تو ہم ساتھیوں میں سے لوگ دو گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ کچھ کہیں گے بیٹھے رہیں کھڑکیاں کھول لیتے ہیں، پھر ادھر جانا بھی مشکل

ہے، چلنا پڑے گا۔ کچھ کہیں گے کہ چلتے ہیں۔ اسی طرح لوگ سوچ رہے ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ اچھا نہیں ہو رہا، ان کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ ماحول ہمارے لئے ٹھیک نہیں ہے لیکن پھر بھی سستی کرتے ہیں۔ اور سستی کر کے اپنے آپ کو اس چیز کے اندر رکھے رکھنا جو انسان کے دین کے اندر نقص کا ذریعہ بن جائے، تو پھر ایسے لوگوں کی قیامت کے دن بہت بڑی پکڑ ہو گی۔ یہ ہجرت ایک تو صرف جگہ کی ہجرت ہے۔ جیسے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی۔ مکہ فتح ہو گیا اور اس کے بعد اب کوئی ہجرت نہیں رہی۔ کیونکہ مکہ تو اب ایک ملک بن گیا۔

لہٰذا ہم سب کے لئے اس میں عمل کی بات یہ ہے کہ جب سچا ایمان آئے تو پھر انسان اس کا اظہار کرنے سے نہ ہٹے۔ اور یہ اللہ کا وعدہ ہے، کہ جو چیز آپ اللہ کے لئے چھوڑتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو پہلے سے دوچند کر کے آپ کے ایمان اور آپ کے گمان کے مطابق بڑھا دیتا ہے۔ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ مکہ اس وقت ایک غیر مسلم ملک بن چکا تھا۔ وہاں سے نکل کر ایک اور غیر مسلم ملک میں جانا، مسلمان وہاں گئے تو تاریخ کا ایک مشہور واقعہ مکہ والوں نے اپنے لوگ بھیج دیے۔ کہ یہ ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے تو باہر جا کے پتا نہیں ان کو کیا مل جائے گا، کون سی مراعات لے لیں گے۔ پھر انہوں نے ابو سفیان کو بھیجا جو اس وقت اسلام پہ نہیں تھے۔ اور پھر وہاں حضرت جعفر کا مشہور مکالمہ ہوتا ہے، ابو سفیان کہتے ہیں اگر مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ جو میں کہنے لگا ہوں وہ اس نبی پر وحی کے ذریعے کھل جائے گا اور سچ کھل جائے گا، تو میں وہاں جھوٹ سچ بولتا۔ ابو سفیان اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سچ بولنے میں مجبور ہو گئے تھے۔ اُن کو یقین تھا کہ اگر میں جھوٹ بولوں گا تو پکڑا جاؤں گا۔ اتنا یقین تھا ان کو اس وقت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں۔ اس وقت جو حبشہ کا بادشاہ نجاشی تھا اس نے

کہہ دیا ٹھیک ہے آپ رہ سکتے ہیں تو بڑے سکون سے مسلمان رہنے لگے، تو گویا دوسری یہ ہجرت ہوئی تھی۔ سورہ نجم میں دورہ قرآن میں ہم نے یہ پڑھا تھا ایک سجدہ کر لیا تھا مکہ والوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ جونہی مکہ والوں نے سجدہ کیا تو یہ خبر پھیل گئی کہ سب مکہ والے مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ خبر جب حبشہ کے مسلمانوں کو پہنچی تو وہ خوشی خوشی واپس آ گئے۔ وہ سمجھے کہ جس مشکل کی وجہ سے ہم تھے گئے وہ مشکل تو ختم ہو گئی۔ جب واپس آئے تو پتہ چلا کہ خبر جھوٹی تھی تو پھر ان پر عجیب قسم کا ظلم ہوا۔ اتنی تکلیف تھی کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے بارے میں کہا کرتے تھے میری یہ بیٹی اللہ کے راستے میں بڑی ستائی گئی ہے۔ اتنی تکلیف تھی اس وقت، اور مسلمانوں میں جو وہاں گئے تھے اسی مرد تھے اور کچھ عورتیں بھی تھیں۔ سب اچھے لوگ تھے اور اسلام کے چنے ہوئے لوگ تھے۔ پھر یہ دوبارہ وہاں گئے اور پھر الحمدِللہ وہاں ان کو دوبارہ موقع ملا۔ پھر جب ان کو پتہ چلا کہ مسلمان مدینہ چلے گئے ہیں تو پھر انھوں دوبارہ حبشہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

ہم اپنے اوپر لے سوچیں، ہم اللہ کے راستے میں کتنا رسک لینے کو تیار ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ ہم تو ایک گڑھے کے کنارے کھڑے ہو کر یہ سوچتے ہیں کہ اس کو پھلانگوں یا نہ پھلانگوں۔ اور جتنی زیادہ ہمارے دل میں بدگمانیاں اور وسوسے دین پر عمل کرنے کے ناطے سے آتے ہیں شاید ہی کسی موقع پر آتے ہوں۔ ہم بڑے سے بڑا رسک لیتے ہیں۔ ہمارے ینگ بچے بالکل معصوم ہوتے ہیں، ان کو ایک انڈا نہیں بنانا آتا لیکن پڑھنے کے لئے وہ یونیورسٹی جاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد شادی ہوتی ہے، بہت بڑا رسک ہے۔ دوسرے ماحول میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ زندگی بدل جاتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں سے گھر والے خوش ہو رہے ہوتے ہیں۔ لڑکیاں بعض دفعہ ایک ایسے ماحول میں چلی جاتی ہیں

کہ ان کو ایک مضبوط عورت بننا پڑتا ہے۔ ہم یہ تمام رسک لیتے ہیں۔ لیکن جہاں پر دین کی بات آجائے پھر یہ کیوں سوچتے ہیں کہ کیا ہو گا۔ ایسے لوگ جب سوچ میں پڑ جاتے ہیں تو وہ کوئی رسک نہیں لے سکتے۔

مومن اسد کی بات سورۃ النساء میں سنائی تھی۔ جیوش سے مسلم ہوئے تھے اور انہوں نے ایک بک بھی لکھی، "روٹ ٹو سرنڈر" کے نام سے اس نے اس میں جو ایک ہجرت کی کہانی لکھی ہے وہ دلسوز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہجرت اور تنہائی ایک ساتھ ہیں۔

ایک مثال سے لے لیں کہ منگنی یا مہندی ابٹن کا ایک فنکشن ہے، آپ کی ساری بہنیں اور خاندان جا رہا ہے اور آپ گھر بیٹھے ہیں۔ کیونکہ آپ خود سے نیت کر چکے ہیں کہ میں نے نہیں جانا۔ اگر دل میں پورا ایمان آیا ہو تو وہ ایک رات بہت مشکل ہوتی ہے کہ بعد میں انسان اور طرح سے سوچنے لگ جاتا ہے کہ کیا ضرورت ہے۔ وہ سب گئے ہیں جو ان کے ساتھ ہو گا وہ میرے ساتھ بھی ہو گا، لیکن یہ رسک لینا پڑتا ہے۔ جب مسلمان چھوٹے چھوٹے رسک نہیں لیتے تو بڑے رسک کہاں سے لیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کے دل میں ایمان اترتا ہے کہ اس کے بعد چینج آتی ہے، اور یہ تبدیلی کیسے آتی ہے ایک بڑا خوبصورت آرٹیکل کسی نے بھیجا ہے۔ وہ بالکل ہماری ان آیات کے ساتھ فٹ ہوتا ہے۔ ٹاپک ہے کہ "ایمان جب دل میں اترتا ہے"۔ لکھتی ہیں کہ جب بھی دعا مانگیں تو اپنے رب کے نام کے ساتھ اُسکے خاص ناموں کا واسطہ دے کر مانگیں، جو اس نے بتائے اپنی مخلوق کو، اور جو اس نے اپنے پاس رکھے۔ سب سے زیادہ دعا اپنے لئے اللہ اور اس کی کتاب وسنت کے ساتھ جُڑنے کے

لئے مانگنی چاہیئے۔ کیونکہ جب اس کی کتاب کے ساتھ تعلق جڑتا ہے تو ہجرت کا موقع زندگی میں آتا ہے۔ اس کی طرف سے ملنے والی ہر خوشی اور غم کا انسان شکر کرتا ہے۔ اس کی رضا پر راضی رہتا ہے۔ اور حقیقی سکون قلب حاصل ہوتا ہے، جن کو انسان دنیا میں تلاش کرتا ہے۔ انسان عبادت تو کرتا ہے لیکن بندگی مشکل لگتی ہے۔ بندگی میں اپنی پسندیدہ چیزوں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ ہجرت بندگی کا تقاضا کرتی ہے۔ عبادت تو ہم گھروں میں بند کمروں میں بھی بیٹھ کر سکتے ہیں، کوئی روکنے والا نہیں۔ لیکن بندے جب مومن بننا چاہتے ہیں تو پھر پسندیدہ چیزوں کو چھوڑنا پڑتا ہے اور اللہ کے احکامات کو ماننا پڑتا ہے۔ مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملتی ہے کہا کہ چھڑی پھینک دو جب وہ سانپ بن گئی تو اللہ کے کہنے سے اس کو دوبارہ اٹھالیا۔ کیا ہم بندگی کا یہ یقین رکھتے ہیں وہ بھی تو ایک ہجرت تھی، موسیٰؑ علیہ السلام کی چھڑی سے ہجرت تھی۔

ہم بھی تو بہت ساری چیزیں دل میں لگائے ہوئے ہیں باوجود اس کے کہ ہمیں سمجھ آگئی ہے لیکن دل نہیں مانتا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان چیزوں کے بغیر زندگی گزر جائے۔ پھر تو میرا لائف سٹائل بہت مختلف ہوگا۔ وہی انسان دوسروں کو نشانہ بناتا ہے جو اپنی ذات سے غافل ہوتا ہے۔ اس کو اپنی غلطیاں اور گناہ نظر نہیں آتے اور خود کو بڑا سمجھتا ہے۔ کبھی کسی کے ساتھ تعلقات خراب ہوں تو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے اور بہتری کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ کی بات ماننے کے لئے اس کے نامزد کردہ نیک لوگوں کی بات ماننی ہوگی۔ قرآن پاک کی محفل میں عاجز ہو کر بیٹھنا چاہیے تاکہ اس کے تمام رحمتیں اور برکتیں حاصل کی جا سکیں۔ اللہ کی غلامی میں نجات ہے۔ انسان انسان کا چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لئے غلام ہوتا ہے، تو تاریک کنویں میں گر جاتا ہے اور یہ انسانی غلامی اس کو تباہی کی طرف لے جاتی

ہے، جب کہ اللہ کی غلامی میں آنے والا فلاح پا جاتا ہے۔ ہدایت ایک تحفہ ہے جو اللہ سے بن مانگے نہیں ملتا۔ آج ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم دل میں اس پیدا کرنے والے رب سے زیادہ ایک بے کار، ایک بے وفا اور عارضی دنیا کا خوف رکھتے ہیں۔ اس سے نجات ضروری ہے ورنہ آخرت میں حسرت آس اور یاس کے سوا کچھ نہیں۔ اگر دل میں طلب ہو تو کوئی مجبوری بیڑی نہیں بنتی لیکن اگر طلب اور تڑپ نہ ہو تو مجبوریاں قدم روکے رکھتی ہیں۔

اصل میں ذوق یقین ہی نہیں ہے۔ آج تک ہماری زبانوں نے نماز پڑھی ہے، جس دن ہمارے دلوں نے نماز پڑھنی شروع کر دی، اس دن ہم بندگی کی حد تک پہنچنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ پھر حقیقت میں اللہ سے خالص تعلق قائم ہو گا۔ جب بندہ رب کا بندہ بنتا ہے تب بندگی آتی ہے۔ اس کے لئے اپنی پسند اور خواہش کو ختم کر کے صرف رضائے الٰہی کی خاطر زندگی گزارنا مطلوب ہے۔ تو ہجرت صرف جگہوں کی ہی نہیں چیزوں کی بھی ہوتی ہے، جب انسان دنیا میں اپنی زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق گزارتا ہے تو اللہ خوش ہو کر اپنے بندے سے خود پوچھتا ہے کہ اے میرے بندے بتا میں تجھے کیا عطا کروں،

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے۔۔۔ خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

جب ہم اللہ کیلئے رسک لیتے ہیں تو اللہ کی ذات ہمیں بہت سے فائدے دیتی ہے۔ ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم جب دنیا میں کسی سے کہتے ہیں کہ ہمیں آپ سے محبت ہے تو اس کے لیے کچھ قربانیاں دینا پڑتی ہیں مائیں بچوں کیلئے قربانیاں دیتی ہیں۔ دن کو کام کرتی ہیں، راتوں کو جاگتی ہیں۔ تو اللہ کے لئے محبت ہو گی تو کچھ قربان کرنا پڑے گا۔ زندگی میں کبھی کوئی مسئلہ ہے تو صبر اور تقویٰ کو ہاتھ سے نہ

چھوڑیں۔ جب رب کو سب کچھ مان لیا تو پھر اُس کے لیے تو ضرور فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ صبر اور توکل کو کبھی نہ چھوڑیں۔ پہلے یہ دیکھیں کہ کیا واقعی میرا یہ کام اللہ کے لیے ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ یہاں سے نکل کے سعودی عرب چلے جائیں وہاں کی کرنسی اچھی ہے تو پھر اللہ کو تو پتا ہے کہ آپ کی ہجرت کس لیے ہے۔

بہت سے لوگ یہ سوال پوچھتے ہیں کہ ہم ان یورپی اور مغربی ملکوں میں رہیں یا نہیں تو اس کے لئے اسلام کے مزاج کو سمجھ لیجیے۔ "ہجرت" بائیکاٹ ہے۔ بندۂ مومن کی زندگی میں اللہ کی محبت اتنی رچی بسی ہوتی ہے اس کو ہر وقت یہ فکر ہوتی ہے کہ میرے اس کام سے اللہ خوش ہو رہا ہے یا ناراض ہو رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی تھی، حضرت فاطمہ الزہرا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی بیوی تھیں۔ ایک ایسا وقت آیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے دل میں خیال آیا کہ ابو جہل کی بیٹی سے شادی کی جائے۔ اللہ کے نبیؐ نے منع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا اللہ کے دوست اور اللہ کے دشمن کی بیٹیاں ایک وقت میں ایک شخص کے نکاح میں نہیں ہو سکتیں۔

اسلام کا مزاج اصلاح کا ہے۔ اگر ہم اس دور میں کفر کو کمزور کرنا چاہتے ہیں تو سب مرد داڑھی رکھ لیں، سب عورتیں حجاب کر لیں۔ ہم سب غیر سودی کاروبار شروع کر دیں، حرام کو نکال دیں، مسجدوں کو آباد کر لیں۔ ہم اپنی زندگی سے ایسی نافرمانیاں ختم کریں، تو راتوں رات تبدیلی آسکتی ہے۔ کوئی 'چیرٹی' کی بات کرے تو ایک ہی جواب ہوتا ہے کہ انسان کی پوری اس دن پڑتی ہے، جب اللہ کی مدد آتی ہے۔ ہم جتنے مرضی پروگرام کر لیں، مدد تبھی ہو گی جب رب 'کُن' کہے گا اور وہ کن تب کہے

گا جب ہم اس کے فرمانبردار بن جائیں گے۔ یہاں وہ واقعہ یاد کر لیں جب حضرت عمر کے دور میں قحط پڑ گیا اور اتنی غربت تھی کہ لوگ بھوک سے مرنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے غیر مسلم بادشاہ کو مدد کیلئے کہا کہ ہمارے ملک میں قحط پڑ گیا ہے اور ہماری مدد کیجیے، تو غیر مسلم تو خوش ہوتے ہیں جب مسلمان ان سے مدد مانگتے ہیں۔ اس بادشاہ نے خوشی خوشی اتنا بڑا قافلہ کھانے کا اور اناج کا مدینہ میں بھیجا کہ پہلا اُونٹ اس کے ملک میں تھا اور آخری اُونٹ مدینہ میں تھا۔ جب وہ قافلہ اترا تو مدینہ کی زمین میں رَش آگیا۔ دو، چار، دس دن گزرے پھر بھوکے ہو گئے۔ اتنے اناج کے باوجود بھوکے کے بھوکے رہے۔ ایک بدری صحابی کو اللہ نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا اور انہوں نے کہا کہ "عمر کو کیا ہو گیا"۔ ان بدری صحابی نے یہ خواب حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو سنایا اور جب حضرت عمر نے یہ جملہ سنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر کو کیا ہو گیا تو آپ کو غم پڑ گیا یہ جملہ کیوں کہا۔ آپ نے مجلسِ شوریٰ بلالی۔ خاص علمی شخصیات کو بلایا کہ سوچو مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا کہ "عمر کو کیا ہو گیا"۔ سب نے کہا کہ آپ سے یہ غلطی ہوئی ہے کہ آپ نے صلاۃ الاستسقاء پڑھنے کی بجائے ایک غیر مسلم سے مدد طلب کی ہے۔ پہلے اللہ سے مانگتے۔ کہا ہاں یہ ٹھیک ہے، یہی ہوا ہے۔ سب کھلے میدان میں گئے اور لوگوں نے توبہ کی اور نماز استسقاء پڑھی تو اتنی بارش ہوئی کہ سارا قحط ختم ہو گیا۔

آج ہم مسلمانوں کو اس تبدیلی کی ضرورت ہے۔ ہم بڑی بڑی باتیں تو کرتے ہیں لیکن ایک دو دن کے بعد پھر وہی کام کر رہے ہوتے ہیں۔ مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ کی مدد بالکل پہلے آسمان پر پڑی ہے لیکن ہمیں لینی نہیں آتی۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے کہ کسی سڑک کے کنارے ایک گڑھا ہے

اور ڈر ہے کہ لوگ اس میں گر جائیں گے۔ تو اس کے لئے لوگ مشورہ دیتے ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اس گڑھے کے نزدیک ہی ایک ایمبولنس کھڑی کر دیں اور تھوڑے فاصلے پر ہسپتال بنا دیں تاکہ جو کوئی اس میں گرے اس کو فوری طبی امداد مل جائے اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ سارے ذرائع استعمال کر کے اس گڑھے کو بند کر دیا جائے۔ یہی اسلام کا مزاج ہے۔ اللہ کہتے ہیں کہ تم سوچو کہ تم پر عذاب کیوں آتے ہیں۔ مسلمانوں کے گناہ کچھ ایسے ہوتے ہیں جن پر بعض دفعہ اللہ بے گناہوں کو بھی پکڑ لیتا ہے۔ ہم سب کے گناہ کا وبال اُمت پر ہے۔

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

ہر انسان اپنی فکر کرے اور اس طرح کی فکر کرے کہ اللہ کی طرف سے مدد آئے۔ مکہ وہ سرزمین تھی کہ جہاں حرم میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق جیسا شخص جن کو سخی کہتے تھے، سردار کہتے تھے۔ ایک وقت ایسا آگیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں یہاں نہیں رہتا اور آپ نے ہجرت شروع کر دی۔ مکہ والوں میں رواداری تو تھی، جب انہیں خبر ملی کہ ابو بکرؓ جیسا عظیم شخص، جو ہماری اتنی مدد کرتے ہیں، وہ ہماری مدد سے جا رہا ہے۔ یہ تو ہمارے لئے شرمندگی کی بات ہے۔ کفار میں سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ نے کہا کہ بس اب میں تم میں نہیں رہ سکتا۔ اُس شخص نے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں میں آپ کو ضمانت دیتا ہوں کہ کوئی آپ کو ہاتھ بھی نہیں لگائے گا۔ حضرت ابو بکر صدیق واپس آگئے۔ وہ شخص خانہ کعبہ میں کھڑا ہوا اور آواز لگائی کہ ابو بکر میری امان میں ہے۔ آج کے بعد کوئی ان کے گھر بار کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ لوگوں نے کہا ٹھیک ہے، ہمیں منظور ہے لیکن ایک شرط ہے کہ ابو بکر صدیق

حرم میں آکر نماز، قرآن نہیں پڑھیں گے۔ابو بکر صدیق نے کہا کہ ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔آپ گھر آئے، گھر کے ایک کونے کو مسجد بنایا اور صبح شام ابو بکر صدیق تھے ان کی نماز اور قرآن تھا۔چند دن نہیں گزرے تھے کہ گلی محلے کے لوگ جمع ہو کے آگئے اور کہا کہ ابو بکر آپ جہاں مرضی جا کے عبادت کریں لیکن گھر میں نہیں کریں گے کیونکہ آپ کی آواز اور آپ کے قرآن کے تلاوت سے ہماری عورتیں بچے مسلمان ہو رہے ہیں۔

آج ہم وہ نہیں ہیں، جن پر اللہ کی مدد آتی ہے۔آج وہ وقت آگیا ہے جس کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ اللہ اتنا ناراض ہو گا کہ نیک لوگ بھی دعا کریں گے تو اللہ ان کی دعاؤں کو قبول نہیں کرے گا۔اور یہ تب ہو گا جب تم امر بالمعروف کو چھوڑ دو گے۔گائے کی دُموں کے پیچھے لگ جاؤ گے، تجارت عام ہو جائے گی، عورتیں مردوں کے ساتھ کام میں مددگار ثابت ہوں گی۔ہم خود مسلمانوں کے بچوں کو مروا رہے ہیں۔اگر دل کی گہرائیوں سے ہم انفرادی طور پر توبہ کر لی اور نیت کر لیں کہ آج سے ہم نے کفر کی ہر چیز کو ختم کرنا ہے تو یقین ہے کہ اللہ کی مدد بہت قریب آئے گی۔مٹی کے کنکر گولیاں ایسے ہی نہیں بن جاتے۔آج اس لیے نہیں بنتے کہ وہ ہاتھ ہی نہیں ہیں دعائیں مانگنے والے۔

موسیٰ کا عصا لگا اور سمندر دو حصوں میں بٹ گیا، آج اس لیے نہیں ہے کہ وہ ضربِ کلیم نہیں ہے۔آج کے مسلمان میں غیرت نہیں رہی۔ہم اپنے بازاروں کو اپنے مالز کو دیکھیں تو صاف سمجھ آتی ہے کہ اللہ کی مدد کیوں نہیں آتی۔ہمارے معاشرے میں عورت نے خود کو کھلے عام پیش کر دیا۔ان سب باتوں سے ہجرت کریں۔ان چیزوں کا درد پیدا کریں۔اپنے بچوں کی شادیاں کریں تو اسلام کے طریقے سے

کریں۔ یہ ہجرت ہو گی۔یہی آج کی جاتی ہے کہ آپ ان چیزوں کا بائیکاٹ کریں۔ تیس پارے سننے کے بعد اگر کسی کے اندر سستی نہ جائے ترجیحات نہ بدلیں تو پھر اس نے کچھ نہ پایا۔ آج ہم مسلمانوں کا یہی حال ہے۔

رمضان کے بعد سب مسجدوں کا وہی حال ہوتا ہے جو رمضان سے پہلے ہوتا ہے۔ مسجد کی دیواریں بھی نمازیوں کے لئے روتی ہوں گی۔ مردوں کی مساجد میں سوائے جمعہ کی نماز کے پوری مسجد کی ضرورت نہیں پڑتی بمشکل تین یا چار صفیں بنتی ہیں۔ درد کو پیدا کریں پھر تبدیلی آئے گی۔ ہم اپنا حصہ پہچانیں، اس کے لیے صبر کی ضرورت ہے۔ خود سے عہد کریں کسی بھی بے حیائی کی جگہ پر نہیں جائیں گے۔ اتنا بے حیائی کا، بے دینی کا بائیکاٹ کریں، آرام کا بائیکاٹ کریں، پھر لوگوں کو سمجھ آئے گی۔ ورنہ ان کو یہی لگے گا کہ یہ چند دن کا بائیکاٹ ہے۔ کل یہ ہماری ہی چیزیں خرید رہے ہوں گے۔

اللہ تعالی ہمیں صحیح فیصلے کرنے والا بنائے۔ اگر ایک جگہ پر ایک مسلمان اور ایک غیر مسلم کی دکان ہے تو بے شک آپ کو مسلمان کی دکان سے چیز تھوڑی مہنگی ملے لیکن اس کے پاس ہی جائیں۔ محبت، صبر اور تقویٰ، ان دونوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں رکھیں۔ اگر آپ قرآن پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو صبر اور تقویٰ آپ کی زندگی کا حصہ ہونا چاہیے پھر آپ کو فائدہ ہوگا۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں صبر اور تقویٰ لینے والا بنادے۔ آمین